لکچر

جو

جناب مولوی سید لطف علیصاحب

وکیل ہائیکورٹ مملکت آصفیہ (خلد اللہ ملکہ) و برادر مجلس مواخاۃ المسلمین

و ممبر انجمن امامیہ بمبئی و ممبر انتظامی مجلس وکلائے درجہ اوّل

و ممبر تھیاسوفیکل سوسیٹی چادرگھاٹ وغیرہ وغیرہ نے

تجارت پر

۱۳ فروردی ۱۳۲۰ف مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۲۸ھ کو جلسۂ عام مجلس مواخاۃ المسلمین

حیدرآباد مین ارشاد فرمایا

مطبع برہانیہ واقع حیدرآباد مین طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے معزز اور واجب التعظیم بھائی میر مجلس صاحب! اور میرے

مخدوم بھائیو!!

مین اولاً آپ حضرات سے یہہ گذارش کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ آپ حضرات نے جلسہ منعقدہ ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۱۰ھ مین مجکو یہہ عزت بخشی کہ مین ایک اسپیچ متعلق اغراض انجمن آپ ایسے بزرگونکے سامنے دون اور باوصف میری معذرت کرنیکے آپ نے مجکو اس اعزاز سے باز نہ رکھا - مین آپکی اس انتخاب کی نسبت کوئی ریمارک کرنا بے ادبی سمجھتا ہون لیکن اپنی کم علمی اور نالائقی کے اظہار کے سوا چارا ہی کیا ہے اور بجز اسکے کہ المامور معذور کچھ نہ کچھ عرض کر ہی دون لہذا اظہار شکریہ کے بعد الامر فوق الادب کہکر مین کھڑا ہو گیا ہون تاہم مجھے شرم آتی ہے کہ مین ایک ایسے مضمون پر جسکی نسبت میری معلومات اور تجربہ محدود ہو کہان زبان کھولون -

ہمارے بکرم بھائی لایق اور فایق جناب مولوی محمد زمان خانصاحب نے گذشتہ جلسہ مین اتفاق پر ایک پر اثر اسپیچ دی تھی - اور یہ جلسہ گذشتہ ہی کی بات ہے کہ آپ حضرات انکی دلچسپ اسپیچ کی سماعت سے محو ہوے تھے وہ نادر نادر جملے وہ پاکیزہ اور شستہ تقریر آپکے دلونپر اسوقت بھی اپنا وہی اثر پیدا کیے ہوے ہے جیسا کہ لایق اسپیکر کی زبان سے سنکر آپ محظوظ ہوے تھے اور بے اختیار آپکی زبانونسے صداے تحسین اور مرحبا اور جزاک اللہ بلند

ہوئی تھی بدینوجہ میری جرات نہین ہوتی تھی کہ مین کچھ عرض کرون لیکن مجھے
خوف نافرمانی یا عدول حکمی اسقدر غالب ہو رہا وصفیکہ مجھے یقین ہے کہ میری اسپیچ
آپکی سمع خراشی اور عزیز وبیش قیمت وقت ضایع ہوگا) میرا یہ خیال اور مجھے
امید ہے کہ آپ حضرات بھی اس سے متفق ہونگے کہ اس قسم کی مضمون نگاری سے
آپکی معزز انجمن کا یہ منشا ہے کہ بھائیونکو زمانہ موجودہ کی حالت دکھاکر صلاح اور
فلاح پر مستعد اور متوجہ کیا جاے پس بہتر یہ ہوگا کہ مین کسی ایسے مضمون کو
شروع کرون بشرطیکہ وہ دستور العمل کے مخالف نہو تو اے میرے معزز
بھائیو اگر آپ اجازت دین تو مین کچھ کہہ چلون گو اسکا مجکو اعتراف ہے کہ نہ مین
ویسا دلچسپ مضمون آپکو سناؤنگا اور نہ میری لیاقت ایسی ہے کہ مین اسپیچ
سابق الذکر کے مقابل ہر دلعزیز کوئی اسپیچ دیسکون - مین صرف تعمیل حکم کیلیے
کھڑا ہوا ہون اور آپکی آنکھونپر میری نظر ہے کہ وہ بڑی عیب پوش ہین میری
غلط نگاری پر آپ مطلق نہ خیال فرماوینگے - مگر ہان اگر کوئی بات اچھی محض
اسوجہ سے کہ فیضان صحبت آپ ایسے بزرگونکا مجھے حاصل ہے میری زبان سے
نکل آئیگی تو مین اُسے اپنی خوش نصیبی کا باعث سمجھونگا اور گر قبول افتد زہے
عز و شرف کا فخر حاصل کرونگا -

آپ صاحبون کو بخوبی یاد ہوگا اور یہ آپکے دستور العمل مین لکھا ہوا ہے
(ملاحظہ ہو ضمن ۵ دفعہ ۷) جو درحقیقت سنہرے حرفونسے لکھنے کے قابل ہے
"ترویج تجارت اور صنعت پر عملاً راغب کرنا" مین اسوقت کچھ اسکی
نسبت عرض کرنیکی اجازت چاہتا ہون اور مجھے امید ہے کہ گو آپکا وقت عزیز
ضایع ہوگا مگر مین حدود دستور العمل سے متجاوز نہونگا اور جو کچھ عرض کرونگا
اسی حدود مین کہونگا -

تجارت

۱- تجارت کیا چیز ہے اور ہندوستان علی الخصوص مسلمانوںمین اسکا کیا حال ہے
۲- کیا اسمین کسیکو کلام ہوسکتا ہے کہ یہ اعلی درجہ کا مفید کام نہین ہے - اگر اصول کے ساتھ کیا جاے -
۳- کیا اسکی نسبت یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ یہ شریف پیشہ نہین ہے -
۴- کیا ہمکو اسے اختیار نہ کرنا چاہیے -
۵- کیا اسے ترک کرکے ہم اور ہماری قوم اور ہمارا ملک محتاج اور مفلس نہین ہوگیا -
۶- کیا ہماری حکمران قوم نے اسی کی بدولت ترقی نہین کی -
عالیقدر حضرات آپنے سماعت فرمایا کہ یہ چھ سوال ہین - اب ہر ایک کا جواب ملاحظہ فرمائیے اور غور کیجیے -
تجارت ایک جنس کے دوسری جنس سے تبادلہ کا نام ہے - ہندوستان مین گو قدرتی ذرایع تجارت مین ترقی کرنیکے بے انتہا موجود ہین جنسے دوسرے ملک والے برابر فائدہ اُٹھا رہے ہین جو مین آگے چلکر عرض کرونگا - لیکن ہم لوگ اپنی بدقسمتی سے آنکھین بند کیے بیٹھے ہین -
ہندوستان کی تجارت کی مین دو قسمین قائم کرتا ہون -
اول تجارت ممالک غیر سے یا بیرونی تجارت -
دوسرے - ملکی تجارت -
بیرونی بحری تجارت - ہندوستا نمین چند ہی بندرگاہ ہین جنکے ذریعہ سے بحری تجارت ہوتی ہے - اولاً - کلکتہ جہانسے نہ صرف جنوبی بنگال کے اسباب کی

روانگی ہوتی ہے۔ بلکہ قریب قریب تمام اُن شہرونکے جہانسے دریاے گنگ
اور بہہ ہمیشہ ہوکر بہتے ہین۔
دوسرے بمبئی۔ جہانسے اضلاع مغربی گجرات۔ دکہن اور ممالک متوسط مین
سامان آتا جاتا ہے۔
تیسرے کرانچی۔ یہانسے اُن مقامات کے اسباب کی آمد و رفت ہوتی ہے
جہانسے دریاے سندھ گزرتا ہے۔ مدراس اور رنگون بھی بہ لحاظ بحری
تجارت قابل لحاظ مقام ہین۔
ان بندرگاہونمین اعلی درجہ کے صرف کلکتہ اور بمبئی دو ہی شہر ہین ان
ہر دو مقامات سے فیصدی چالیس حصہ سامان کی آمد و رفت ہے باقی بیس
فیصدی مین سے چھ حصہ مدراس سے۔ چار حصہ رنگون سے دو حصہ کرانچی
باقی آٹھ حصہ دوسرے چھوٹے بندرگاہونسے۔
بہی بیرونی تجارت۔ یہہ تجارت عموماً افغانستان۔ وسط ایشیا۔ نیپال۔ بھوٹان
برہما اور سیام وغیرہ سے ہوتی ہے ان سب مین برہما۔ نیپال اور افغانستان
قابل لحاظ مقامات ہین جہانسے سنہ ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء مین ستر لاکھ سے دو کرور
نوے لاکھ تک سامان کی آمد و رفت ہوئی۔
دوسری ملکی تجارت۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب لکھتے ہین کہ ہندوستان کی عموماً
ملکی تجارت دیسی آدمیون کے ہاتھ مین ہے یوروپین تجارنے اپنا قدم
صرف گیہون۔ روئی۔ تلہن وغیرہ خرید کرکے روانہ کرنے مین رکھا ہے
باقی کل تجارت دیسیونکے ہاتھ مین ہے۔ مگر مین نے بڑے غور سے دیکھا
کہ ان دیسیونمین کہین مسلمانونکا بھی پتہ ہے۔ مجھے نہایت شرم اور افسوس ہے
ان الفاظ کے عرض کرنے مین کہ ابتدا سے اخیر تک مسلمانونکا نام بھی نہین ہے۔

اول جس دیسی قوم کو انھون نے لکھا ہے وہ قوم پارسی ہے وہ لکھتے ہین کہ
اس قوم نے اپنی جرات اور وسعت کار سے انگریزی کارخانون کی تقلید کی ہے
اور سب اقوام سے اعلی درجہ کی ہندوستان مین تجارتی قوم ہے۔ احاطہ بمبئی کی اندرونی
تجارت دو فرقون کے ہاتھ مین ہے اول گجراتی بنئیے۔ اور دوسرے راجپوتانہ کے
مارواڑی۔ دکن کی تجارت کی باگ لنگایت لوگونکے ہاتھ مین ہے۔ میسور اور
شمالی مدراس مین بھی یہی لنگایت پھیلے ہوے ہین۔ لیکن شرقی کنارہ پر شیٹی
اور کومٹی بیوپار کرتے ہین۔ بنگال مین چند اعلی درجہ کے شودر اور راجپوتانہ کے
مارواڑی ممالک مغربی وشمالی کی تجارت بنیونکے ہاتھ مین ہے اور پنجاب کی
تجارت پر کھتری قابض ہین۔ الغرض تمامی ہندوستان مین شمال سے جنوب تک
مشرق سے مغرب تک سب ہندو ہی ہندو تجار ہین۔ اور مسلمان میان صاحب
یا خانصاحب یا شیخ صاحب یا میر صاحب کی فہرست مین تو ہین لیکن تجارت کی
فرد مین انکا نام مدندارد مین ہے۔

یہی خاص وجہ ہے کہ روز بروز مسلمانون کی حالت ابتر ہوتی جاتی ہے۔ اور غضب
تو یہ ہے کہ اب بھی آنکھ نہین کھولتے۔ ذرا بھی تجارت کیطرف متوجہ نہین ہوتے
اور کیونکر ہون۔ بقول شخصی غلامی کرنا اور ذلیل حالت مین پڑے رہنا آجکل
گویا انکی گھٹی مین پڑا ہے۔ ماں باپ کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ میان
صاحبزادے ذرا شد بد پڑھ لین کچھ گود گاد کرنے کے قابل ہو جائین تو کہین
نوکری کر لین۔

نوکری اور غلامی مین بہت ہی کم فرق ہے کیا بد نصیبی ہے کہ ایک پیشہ کو جو
ہم پایہ شاہنشاہی کے ہے غلامی سے کم سمجھتے ہین۔ میرے نزدیک وہ شخص
جو ایک چھوٹے سے بکس مین دو تین روپے کا مال لیکر دن بھر گلی گلی پھرتا ہے

اور رات کو آرام سے اپنے بال بچون مین ایک ٹکڑا سوکھی روٹی کا کھا کے سوتا ہے اُس
شخص سے ہزار بلکہ لاکھ درجہ کہین بہتر حالت مین ہے جو دس بیس روپیہ کا نوکر ہوتا ہے۔ اس
بیچارہ کو ہر وقت اپنے حاکم یا آقا کا ڈر لگا رہتا ہے۔ انگریزی دفاتر مین ڈول۔ ڈیم۔ فول
لینری سُننا پڑتا ہے متعلق محکمون مین خوشامد کرتے کرتے زبان خشک ہوتی ہے پھر بھی حکام کے
دماغ کا پتہ نہین لگتا جو وقت گزرتا ہے وہی غنیمت شمار کرنا چاہیے۔
ہزار بھی خواہی نمکحلالی خوش آمد نیک نیتی کرے پھر بھی ایک نہ ایک روز گردن مین
ہاتھ دیکر نکالے جانے کا خوف لگا رہتا ہے خصوصاً امرا اور رؤسا کے یہان کی ملازمت جہان
سازشون کی بھرمار رہتی ہے اعلی درجہ کی دیانت دار اور اول درجہ کے خائن اور
بدا طوار ایک سانچہ مین ڈھالے جاتے ہین۔ ملازمت مثل ایک کاغذکی ناؤ کے ہے
ذرا پیندا بھیگا اور پانی مین۔ اپنے ہم وطن ہنود برادرونکو دیکھیے کہ وہ اپنی اولاد کو
ابتدا ہی سے تجارت کیطرف متوجہ کرتے ہین مثلاً ایک صراف اپنے لڑکے کو دو تین
پیسے کی کوڑیان دیکر کسی سڑک کے کونے پر بٹھا دیتا ہے وہ لڑکا دن بھر کوڑیان بیچا
کرتا ہے شام تک دس بارہ کوڑیان بنا ہی لیتا ہے کوڑیونسے پیسون پر نوبت پہنچتی ہے
پیسون سے روپیون پر یہانتک کہ وہ اچھا خاصہ مہاجن ہو جاتا ہے۔
برخلاف اسکے عموماً مسلمان بھائی ادنی سے ادنی نوکری فخریہ منظور کرتے ہین اور عمدہ سے
عمدہ پیشہ کو ترک کرتے ہین۔ یہ کیا عقل پر پتھر پڑے ہین۔ یہ کیا شامت کی مار ہے۔ کیسی
غفلت ہے جس سے ہوشیار ہی نہین ہوتے۔ دو ایک ٹوٹے مارے دلسوز مسلمان
بیچارے اِدھر اُدھر سر پٹختے پھرتے ہین لیکن ہم کمبختون کے کانون پر جون تک
نہین رینگتی۔ بجاے اسکے کہ انکی نصیحتونکے پابند ہون اُن پر انواع واقسام کے
اتہامات قائم کرنے مین دلیری کرتے ہین۔ کوئی تو ان بہی خواہان قوم کو خود غرض
مکار او رمفسد کہتا ہے کوئی مخرب دین و ایمان کا خطاب عنایت کرتا ہے کوئی مفتی

کفر کا فتوی دیتا ہے۔ غرضکہ اُن مصلحان قوم کی کوئی نہین سنتا ہی اور اپنی بربادی پر بیت
کمر باندھت ایکطرح چلا جاتا ہے۔

اب دوسرے سوال کا جواب ملاحظہ فرمایئے وہ یہ کہ تجارت مفید اور پر منفعت کام ہی
اور غالباً اس بدیہی بات مین کسی کو اختلاف نہوگا اور نہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے روزمرہ کے
تجربون سے ثابت اور ہزارون مثالین ہماری نظرون کے سامنے موجود ہین۔
اسی بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین ایسے اعلی درجہ کے تاجر موجود ہین جنھون نے
کہ تجارت بہت ہی کم سرمایہ سے شروع کی اور ابتدائی حالت بہت ہی نازک تھی
انکو اسقدر مقدرت بھی نہ تھی جیسا کہ اب انکی دکان کے ایک ادنی کٹر دکپڑا قطع
کرنیوالا) کی ہی۔ مگر چونکہ وہ تجارت کے اصول سے واقف اور اُسکے فوائد سے آگاہ
تھے استقلال سے کام کرتے رہے یہانتک کہ اس اعلی درجہ کو پہنچے۔ ایسے اشخاص
بھی ہزارون موجود ہین جنھون نے لاکھون روپیہ کے سرمایہ سے تجارت شروع کی
اور چند روز مین سب تباہ کرکے ٹاٹ اُلٹ دیا۔ اور ادنی ادنی سی نوکری کرنی
پڑی۔ یا غریب سید اشراف مصیبت زدہ بنکر در بدر بھیک مانگنا شروع کیا۔ یہ
حضرات اصول تجارت سے بالکل ناواقف دریائے حماقت مین ڈوبے ہوئے
سوائے میان شیخ چلی کے منصوبہ ٹھیرانے کے اور کچھ بھی نہین جانتے تھے۔ لوگون سے
یہ سن لیا تھا کہ صاحب سوداگری مین ایک کے دس نہین چار تو ضرور ہی ہوتے ہین
بس یہ نقش کالحجر ہو گیا۔ اس حساب سے انھون نے اگر ایک لاکھ کا مال خریدا
تو اسکو چار لاکھ کا خیال کرنے لگے اور اگر اپنے اوپر کچھ رحم کیا تاہم یہ خیال تو
ضرور تھا کہ دو تین لاکھ تو کہین نہین گئے۔

اب بلا تامل تصفیہ ہے اور آپ ہین گھوڑ دوڑ مین بازی لگائی جا رہی ہی۔ انکا مینہ کے
صدقے ہو رہے ہین۔ غرضکہ بغیر انجام کے سوچے سمجھے عیش و عشرت مین پڑگئے

دوکان منیب وغیرہ کے حوالہ ہے جو کچھ بکری ہوتی ہو رقم روزانہ منیب جی سوداگر صاحب کی خدمتمین بھیجدیتے ہین یہہ حضرت بلا تامل اٹھاتے ہین غرض چندہی روز مین دوکان مدار وسامان تشریف لے گیا تو کیا اُن لوگون کے تباہ ہوجانیسے تجارت پہ نقص لگایا جاسکتا ہی۔ یہہ لوگ بوجہ تجارت تباہ نہین ہوتے بلکہ دیدہ ودانستہ اپنے ہاتھ اپنے پاؤنمین کلہاڑی مارکر تجارت کے نام پہ بھی دھبہ لگایا۔

ایسے موقع پہ مین مناسب خیال کرتا ہون کہ آپ حضرات کے خدمتمین اُن متعدد یورپین قومونکا کچھ مختصر حال عرض کرون جنھون نے ہندوستانی تجارت شروع کی اور اعلیٰ نتائج کو پہنچین۔

اول اول ہندوستان مین جس یورپین قوم کا قدم مبارک آیا وہ پرتگیز تھی اس زمانہ مین خاندان لودی تخت نشین دہلی تھے۔ قریب ایکسو برس کے ہندوستانکی تجارت ان ہی لوگون کے ہاتھ مین رہی۔ مگر چونکہ ہر غیر مذہب والے کو یہہ اپنا اور دین عیسوی کا دشمن جانی سمجھتے تھے یہہ لوگ اپنی طاقت سے باہر کام انجام دینا چاہتے تھے وہ یہہ کہ کل ہندوستان پر قبضہ کرلین اور سب کو عیسائی بنالین جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ تجارت تباہ ہوگئی ہندوستان پر قابض ہونیکی امیدین ہمیشہ کیواسطے خاکمین ملگئین اور صرف دو ایک ٹوٹے مارے مقامات مثل گوا* اور ڈاؤ* اونکے قبضہ مین آگئے۔

ڈچ۔ انکا کاروبار ۱۶۰۲ء سے شروع ہوا۔ پچاس ہی برس کے اندر انکے کارخانہ ہندوستان سراندیپ۔ سماترا وغیرہ وغیرہ مین قائم ہوگئے۔ بعد اُسکے زوال کا زمانہ آیا۔ انکا ادبار انکی کم حوصلگی سے ہوا۔ ہندوستان کی تجارت یہہ اپنے ہی تک

---

* جزیرہ نما کاٹھیاوار مین گوا شرقی ساحل پر ہے۔

محدود رکھنا چاہتے تھے اور یہ بسبب کم سرمایگی یہہ ناممکن تھا
فرانسیسی - گو یہہ لوگ شجاع اور مدبر تھے لیکن فرانس سے برابر مدد نہ ملی
آخر کو کندھا ڈالدیا -
جرمنی - گو یہہ لوگ ہندوستان مین سترھوین صدی کے اندر زیادہ ترقی نہ کرسکے
کسی شہر پر قبضہ نہین کیا - لیکن اس زمانہ مین بہت سا مال کلکتہ اور بمبئی سے جرمنی
کارخانون مین آتا جاتا رہتا ہے - جرمنی کے کارخانون کے گماشتونکی صورتین
اُن اضلاع مین برابر نظر آتی ہین جہان چانول - روئی اور سن کی پیداوار
بکثرت ہوتی ہے -
اب حضرت انگلستان کی باری آئی انھون نے اُس جگہہ پر جہان کہ دوسری
یورپین قومون نے بنیاد کا پتھر رکھنا شروع کیا تھا ایک عالیشان عمارت بنالی
رفتہ رفتہ تمام ہندوستان پر اپنا سکہ جما دیا کچھ تو انکی خوش قسمتی کہنا چاہیئے اور
کچھ انھون نے اپنی چار صفتون سے ترقی کی -
اول - صبر و استقلال - یعنی یہ بات کہ بخوبی اپنی قوت پر بھروسہ نہوا کسی مقام پر
قبضہ کرنیکا ارادہ ہی نہین کیا - صرف ایسے مقام پر ہاتھ ڈالا جسکو اپنے نزدیک
حلوا بے دودھ سمجھے بغیر ڈکار لیے ہضم کر گئے -
دوسرے - جب ایک جگہہ قدم جما دیا پھر مرکر بھی نہ اٹھایا -
تیسرے - تمام ملازمان کمپنی ایک دوسرے پر پورا پورا بھروسہ کرتے تھے
اور ہندوستان مین یہہ عالم تھا کہ حضرت نفاق گھر گھر اپنا کام کر چکے تھے -
چوتھے - انگلستان سے برابر اُنکی قوم مدد دینے کو ہر وقت موجود تھی - برخلاف
ہماری قوم اور ہمارے ملک کے اگر ایک شخص اسوقت کسی مصیبت مین گرفتار ہوتا ہے
تو دوسرے دیکھکر ہنستے ہین اور بڑی خوشیان مناتے اور نذرین چڑھاتے ہین

اگر کوئی شخص اپنی خوشی مین آکر بہبود کی صلاح بتاتا ہی تو اُسکو پاگل - خودغرض کہتے ہین
کوئی شخص یا دو چار ملکر اگر ایک مجلس اپنی نازک حالت کے سنبہالنے کی غرض سے
قائم کرتے ہین تو وہی ایک جلسون کے بعد خالی چیر ہین صاحب (میر مجلس)
اور کرسی ہی کرسی اُس مجلس مین رہجاتی ہی باقی شترگا نہ دارد - اگر کوئی مسلمان
میاں صاحب کوئی کارخانہ کھولتے ہین تو اُنکی ہم قوم بہولکر بہی مدد نہین دیتے ہین
اگر مال اُس کارخانہ مین ارزان بہی ملتا ہے تاہم اُسکو دوسری قوم کے مال کے
مقابل گو وہ اُس سے کہین گران ملے کبہی ترجیح نہین دیتے افسوس! صد افسوس!!
اب مین تیسرے مسئلہ کی نسبت کچھ عرض کرتا ہون وہ یہہ کہ تجارت ایک شریف بلکہ
سب پیشون سے اشرف پیشہ ہے - اسکی شرافت کے ثبوت لاتعد و لاتحصی ہین - ہمارے
حضرت سرور کائنات باعث فخر زمین و زمان خاتم المرسلین والانبیا
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے آبا و اجداد اور کل قریش
تجارت کرتے تھے اور آنحضرت نے اگر دنیوی کوئی کام فرمایا ہے تو وہ یہی تجارت ہے
اور نیز آپکا ارشاد مبارک یہی ہے کہ تجارت کرو - اور بکثرت احکام اس بارہ خاص
مین صادر فرمائے ہین - اکل حلال اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہی - بس مین
سمجھتا ہون اور جملہ مسلمانون کو بہی سمجھنا چاہیے کہ ہادی اسلام اور پیغمبر اسلام نے
جس پیشہ کو اپنی ذات اقدس کیلیے پسند فرمایا وہی شریف تر ہے اور ہمارے لیے
اُسکا کرنا سنت موکدہ ہے -
پیارے بہائیو! ابتو آپکو اس شریف پیشہ کی نسبت کچھ بہی شبہ نہوگا اور
اسی لیے چوتھے سوال کا جواب یہہ نکلتا ہی کہ ہمکو اس پیشہ کا کرنا لازم ہے اور
بغیر اسکے ہماری ترقی اور ہماری محتاجی رفع نہین ہوسکتی -
آجکل اپنے ہم وطن بہائیون سے قوم پارسی کو ملاحظہ فرمایئے کہ ایک زمانہ وہ

تھا کہ یہہ بیچارے کسطرح کی تکلیفین اُٹھا کر فارس سے شہر بدر کیے گئے اور ہندوستان آکر بود و باش اختیار کی (واضح رہے کہ یہہ مثل مسلمانون کے فاتح ہندوستان کسی زمانہ مین نہین ہوے ہے) اس وطن آوارہ قوم نے کوئی جدال و قتال مین حصہ نہین لیا۔ صرف تجارت سے کیا نام پیدا کیا ہے۔ ہندوستان مین کوئی بھی قوم انکی ہم پلہ نہین ہے پھر مسلمان بیچارے کس شمار مین ہین۔

اسی پارسی قوم کو سنہ ۱۸۹۲ء مین جو فخر حاصل ہوا وہ کیا ہے وہ یہہ ہے کہ اسی قوم کے ایک معزز ممبر آنریبل دادابھائی نوروزجی صاحب ممبر پارلیمنٹ ہوئے یہہ پہلے ہی ہندوستانی شخص ہین جنھون نے پارلیمنٹ مین ممبری کا اعزاز حاصل کیا۔

پانچوین سوال کا جواب یہہ ہے کہ ترک تجارت سے مسلمانونکو مفلسی نے گھیر لیا اکثار روپیہ دوسرونکے ہاتھ مین گیا۔ جو نفع وہ اُٹھاتے تھے وہ دوسرونکو دیدیا یہی مسلمانونکی غفلت لاپروائی سستی۔ بربادی ملک کا باعث ہوئی سلطنت گئی غلامی پر نوبت پہنچی کیا غضب ہے کہ کسیکو جوتا بیچتے دیکھا اُسے جوتے والا کہنے لگے۔ غرضکہ کسیکو کبابی اور کسیکو نانبائی بنا دیا۔ یہہ باتین صرف زبانی نہین ہوتین اور نہ فقط اُسی شخص کی ذات پر اثر کرتی ہین جو یہہ پیشہ کرتا ہے بلکہ تمام خاندان پر عام لوگ اسکا اثر ڈالتے ہین۔ یہانتک کہ اُس بیچارے آدمی کے خاندان مین شادی کرتے وقت یہہ مسئلہ پیش کیے جاتے ہین۔ ان باتون نے شرفا سے ایسے شریف پیشہ کو چھڑا یا جسکا یہہ نتیجہ ہوا کہ وہ بیچارے حالت ذلت کو پہنچے اور پہنچتے جاتے ہین سواے نوکری یا غلامی کرنے اور بھیک مانگنے کے انکو کوئی چارہ نہین اور دوسرے لوگ جوان پیشونکو کرنے لگے وہ انکی برکتون سے مالامال ہوے اور ہوتے جاتے ہین۔ ملاحظہ فرمایئے

کہ روئی۔ گیہون۔ تل۔ چمڑا وغیرہ کسقدر ارزان نرخ سے ممالک غیر کے باشندے
ہندوستان سے لیجاتے ہین اور اُسکی کسقدر قیمت پھیر بہانسے لیتے ہین۔ ہندوستان کی
روئی اوسط فی روپیہ ۳ سیر فروخت ہوتی ہے جو یورپ مین سوداگر خرید کرکے باہر
روانہ کرتے ہین سنہ ۱۸۸۲ع و ۱۸۸۳ع مین ۲۸ کرور ۳۲ لاکھ کی روئی ہندوستان سے
یورپ روانہ ہوتی اُسکے عوض مین آپ نے اسی روئی کے بُنے ہوے
تھان اور سوت یورپ سے پھر خرید کیا۔ سنین مذکورہ بالا مین ۳۰ کرور
۱۰ لاکھ کا صرف سوتی کپڑا آپنے خریدا جو یورپ مین سے ایک مملکت یعنے
انگلستان سے آیا۔

آپ خود اندازہ کرسکتے ہین کہ ایک باریک تنزیب کا تھان وزن مین
کسقدر ہوتا ہے اور آپ اسکی کیا قیمت دیتے ہین۔ اسی موقع پر مین
آپ حضرات کی خدمت مین یہہ عرض کرنا چاہتا ہون کہ یورپ مین سوتی
کپڑا کب سے بنا شروع ہوا ۱۷۶۱ع تک جسقدر سوتی کپڑے کی یورپ
مین ضرورت ہوتی تھی وہ ہندوستان ہی سے جاتا تھا۔ ۱۷۶۷ع مین سوتی
کپڑے کی ابتدا یورپ مین ہوئی۔ انگلستان مین کئی سال تک یہہ حکم جاری
رہا کہ ہندوستان یا دیگر ممالک کا آیا ہوا سوتی کپڑا کوئی نہ پہنے کیونکہ وہ بہ نسبت
انگلینڈ کے بنے ہوے کپڑے کے ارزان ملتا تھا اور یہہ حکم گورنمنٹ کیطرف سے
تھا۔ واے برحال ہم لوگونکے اگر دیسی کپڑا عمدہ اور ارزان بھی ملتا ہی
تب بھی اُسکو پسند نہین کرتے فرانس اور جرمنی کی بنی ہوئی اطلس دس بارہ
روپیہ گز خریدی جاتی ہے۔ جسکی چمک و تاب خدا کی عنایت سے میان
درزی صاحب کی دوکان ہی تک رہتی ہے۔ اورنگ آباد۔ اور بنارس کے
ہمرو کو کوئی نہین پوچھتا جو بلامبالغہ بیس بیس شوب اُٹھاتے ہین۔

اب گیہون کو ملاحظہ فرمایئے کہ ہندوستان مین اوسط ۱۶ اسیر فی روپیہ فروخت ہوتا ہے۔ یہہ ہندوستان سے ولایت گیا وہانکے دانشمند تاجرون نے ایکروپیہ کی چیز کو [illegible] بلکہ [illegible] کا اُسے کردیا آپ فرمائینگے کہ یہہ کیا بات ہے کہ ایکروپیہ کی چیز دس یا پندرہ کی ہوگی اور ہوئی تو کیونکر ہوئی۔ لیکن مین اسے ثابت کرتا ہون کہ وہ تجار درحقیقت ایک روپیہ کی چیز سے [illegible] حاصل کرتے ہین اور یہہ کہ زیادہ ہی سے ہی وہ وصول کرتے ہین۔ آپنے بڑی بڑی دکانون پر مربع و مستطیل ٹین کے ڈبے جسپر چھپے ہوے کاغذ ہوتے ہین اور کسی پر یہہ لکھا ہوا ہوتا ہے البرٹ بسکٹ اور کسی پر بسکٹ واضح رہے یہہ اقسام بسکٹ نہایت ارزان ہین انسے دیگر اقسام زیادہ گران ہوتے ہین۔ موجودہ حضرات مین اکثر وہ ہین جنھون نے اُن ڈبونکو خریدا ہے اور وہ بسکٹ بھی کھائے ہین اور کبھی اسکا اندازہ بھی کیا ہوگا کہ کل بسکٹون کا وزن کسقدر ہے اگر کسی کو شبہہ ہو تو سیدھا سکندرآباد حاجی عبد اللہ یا حاجی آدم کی دوکان پر چلا جا اور تجربہ اور تصدیق کی غرض سے دو چار نہین ایک ڈبہ خرید لائے اور بسکٹون کا وزن کرلے آدھ سیر تین پاؤ سے زیادہ نہین نکلینگے اور اُسکی قیمت [illegible] اور [illegible] ہوگی۔ اسقدر اور بھی عرض کیے دیتا ہون کہ وزن اور قیمت مذکورہ بالا سے کم سے کبھی ڈبہ فروخت ہوتے ہین جبکہ آدھ سیر یا تین پاؤ کا ڈبہ [illegible] یا [illegible] کو بکتا ہے اور پاؤ بھر یا آدھ سیر کا ایکروپیہ یا ۱۲ ر کو تو اب اُسکو ۱۶ اسیر پر تقسیم فرمایئے کہ کے ڈبے ہوے سرسری حساب لگائیے کہ ۱۶ اسیر گیہون مین سے ایک سیر بھوسہ وغیرہ نکالکر ۱۵ اسیر فی [illegible] اور ۱۵ اسیر کے آدھ سیر یا تین پاؤ کے حساب سے ڈبے بھرنا شروع کیجیے تو ۳۰ یا ۲۰ ڈبے ہوے اور فی ڈبہ [illegible] قیمت لگانے سے [illegible] یا [illegible] ہوا اور [illegible] لگانیسے [illegible] یا [illegible] روپیہ ہوے۔ اب باربرداری اور دیگر اخراجات کیواسطے اُس رقم کا ½ نکال ڈالیے۔

کیون معزز سامعین اس حساب کے بعد بھی کچھ شبہ ہے کہ ایک روپیہ کے ۵ یا ۶
نہین ہوسکے؟ ہوسکے اور ضرور ہوسکے ہین اب یہہ ثابت کرونگا کہ وہ ہم ہی سے
لیے گئے۔ بسکٹ تو ولایت مین بنے اور ہندوستان مین آکر فروخت ہوے
بمبئی۔ کلکتہ اور مدراس حیدرآباد غرضکہ ہر شہر و دیار مین جہان آپ دیکھینگے یہ
ڈبے ہزار ہا پائینگے۔ اسکی فروخت انھین ممالک مین ہوتی۔ اسکی خریدار ہم اور
آپ اور ہمارے دوسرے بھائی بخوشی اسکو خرید کرتے ہین اور اکثر گھر ایسے
ہونگے جہان ہر روز صبح کو چاہ کے ساتھ ان بسکٹونکی صورت مبارک نہ دکھائی
دیتی ہو بعض مواقعات پر ایٹ ہوم (دعوت ملاقاتی) اور لنچ (سہ پہر کا ناشتہ) کی
سینر و نیز بھی ان ہی بسکٹون کے مزے لیے جاتے ہین اور روزانہ ہمارے
بچونکے لیے یہہ لطیف غذا ہے جسوقت وہ صبح کو اٹھتے ہین اسوقت سہل نسخہ یہی ہے
کہ انکے بہلانے کیلیے دو چار بسکٹ انکے ہاتھون مین دیدیے جاتے ہین یہانتک کہ
شیر خوار بچونکو بھی یہہ دیے جاتے ہین کثرت خرچ کے لحاظ سے یہہ کہنا مبالغہ
نہوگا کہ لاکھون روپیے کے بسکٹ ولایت سے آکر ہندوستان مین فروخت ہوتے ہین۔ اور ہندوستانی
ہی اسکی زیادہ خریدار ہوتے ہین۔ پھر آپ ہی فرمائین کہ ہم سے ایک روپیہ کے ۵ روپیہ ان دانشمند تجار نے
وصول کیے یا نہین کیے اسکا جواب اثبات ہی مین ہوگا۔

علی ہذا چمڑے کا بھی یہی حال ہے کہ ممالک غیر کے باشندے نہایت ارزان نرخ پر
ہندوستان سے چمڑہ خرید کرتے ہین اور اپنی کاریگری سے اسے رنگ کر
اور وارنش کرکے ہمارے ہی ہاتھ چہار چند سے زائد پر فروخت کرتے ہین
ایک بکری کی کھال جسکو ہمارے قصائیون نے ایک روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ کو وہ
خریدتے ہین اور اس سے کم قیمت پر بھی ایک کھال مین کم سے کم تین جوڑے
بوٹ کے بناتے ہین اور فی بوٹ مختلف قیمت سے ہمارے ہاتھ بیچتے ہین کم

کم انکم وارنش کیا ہوا بوٹ پانچ روپیہ کی قیمت کا ہوتا ہی۔
گو ابھی بہت سی چیزین ایسی رہ گئی ہین جو ہندوستان سے جاکر ولایت والونکو
اُسیقدر نفع پہنچاتی ہین جیساکہ گیہونسے وہ حاصل کرتے ہین لیکن بنظر طوالت
اُنھین عرض کرنا مناسب نہین جانتا ہون اور پانچوین سوال کا جواب
ختم کرتا ہون معزز سامعین کے غور کیلیے مشتی نمونہ از خروارے کافی ہی
اب چھٹے سوال کے جواب کو مختصراً عرض کرتا ہون اور اُسکے بعد یہہ
عرض کرونگا کہ اگر ہم تجارت اختیار کرین تو اُسکا کونسا طریقہ مستحسن ہوگا۔ آیا
قدیم رواج فرداً فرداً تجارت کرنیکا یا بحیثیت اجماعی۔
چھٹا سوال یہہ ہے کہ ہماری حکمران قوم نے اس تجارت کی بدولت ترقی کی یا نہین
اسکے ثبوت کیلیے مجھے زیادہ عرض کرنیکی ضرورت نہوگی کیونکہ آپ حضرات
مین سے غالباً سب ہی اس امر سے واقف ہین کہ اولاً یہہ قوم ہندوستانمین بحیثیت
تاجرانہ آئی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے مشہور رہی اس کمپنی کی بنا
۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کو قائم ہوئی۔ اسمین ایکسو پچیس شرکا تھے اور صرف نولاکھ
اسی ہزار کا سرمایہ تھا پہلے ڈیڑھ دو صدی تک اسکی حالت بہت ہی نازک
رہی یہانتک کہ بعض اوقات بالکل نقصانات اُٹھانا پڑے چنانچہ ۱۶۸۶ء مین
نواب بنگال سے عداوت ہوگئی۔ بعد کچھ لڑائی کے اورنگ زیب ارم نشین کو
جو غصہ آیا تو انھوننے قریب قریب تمام ہندوستانسے انگریزی کارخانجات
برباد کروا دیے لیکن اس جری قوم نے استقلال سے برابر کام لیا اور جو
سوانحات تجارت پیش آتے اُنکے روکنے مین سینہ سپر ہوجاتے اور اپنی
کوشش اور اتفاق سے نشان تجارت اور حکومت کے پھریرے اڑاتے
تھے۔ آخرکار اسی تجارتی کمپنی کی کوششونکے نتائج تھے کہ ۱۸۵۶ء سے

سارے ہند مین اپنے بادشاہ کی مستقل حکومت قائم کردی - ایک وہ زمانہ تھا کہ سنہ ۱۸۳۹ع
مین کل ۴ کرور کا مال ہندوستان مین آتا تھا اور ڈائرکٹران کمپنی کا خیال تھا کہ اس سے
زیادہ مال ہندوستان مین کمپنی نہین فروخت کرسکتی جو خط رایٹ انریبل ڈنڈاس صاحب
کو لکھا گیا اسکا مضمون یہہ ہے "وہ اشیا جنکی ہندوستانکو ضرورت ہے وہ اُسی
ملک مین عمدہ اور کم قیمت دستیاب ہوتی ہین - ہمارے بنائے ہوئے کپڑے
اور برتن لقدر ضرورت ہندوستانی خرید کرتے ہین جسکی مقدار بہت ہی کم ہے"
یا وہ زمانہ تھا اور اب ملاحظہ فرمائیے کہ صرف ایک احاطہ بمبئی مین ۱۱ کرور سے
زیادہ کا سوتی کپڑا آتا ہے -

قدیم سے ہمارا طریقہ تجارت یہہ رہا ہے کہ شخصی تجارت کرتے آئے ہین اور
ملک التجار بھی کہلاتے - اور بڑی بڑی ترقیان کین مگر یہہ سب ترقی صرف
ایک ہی ذات کی محنت کا نتیجہ ہوتی تھی - اگر کسی اتفاقی وجہ سے اُس ذات کو
صدمہ پہنچ جاتا تھا تو وہ ملک التجار ہی کیون نہو تمام اُسکا کارخانہ نیست و نابود
ہوجاتا تھا اگر اتفاق سے اُسکا بیٹا لایق اور جفا کش ہوا تو اُسنے
کچھ اُسپر توجہ کی ورنہ وہ دوسری جانب متوجہ رہا اور کارخانہ تجارت تباہ
و برباد ہوا - یہہ نتیجہ شخصی تجارت کا تھا اگر بحیثیت مجموعی کوئی کارخانہ اجرا ہوتا
تو اُسکی ایسی خراب حالت نہوتی جیسے کہ ایک ملک التجار کی ہوتی - عرب اور عجم
روم - اور شام - کابل اور قندھار - حلب - تتار - چین و ماچین ہر جگہ ہماری
تجارت تھی مگر وہی شخصی اور اسیوجہ سے اب اسکا نام و نشان نہ رہا -
اہل یورپ ہی اسکے بانی اور یہہ فخر اُن ہی کے حصہ کا تھا اُنکی ایجاد کمپنی ہے
یہہ کمپنی تمام دنیا مین تجارت کر رہی ہے اسکا ایجاد جبسے ہوا اس زمانہ سے
یوماً فیوماً تجارت کو ترقی ہوتی گئی اور ہوتی رہیگی ایسے طریق سے تجارت

کرنہیں جسقدر فوائد ہین وہ محتاج ثبوت نہیں ہین۔ متعدد آدمیونکی شرکت اور سرمایہ سے
جو کام شروع کیا جائیگا وہ ظاہر ہے کہ بہ نسبت ایک شخص کے کام کرنے اور اُسکے
سرمایہ سے زیادہ اور بہتر ہوگا اور یہہ کہ اگر خدانخواستہ کسی اتفاقی وجہ سے
ایسے شترکہ کارخانہ کو کوئی نقصان بھی پہنچیگا تو وہ ایسا ہوگا جیسا کہ شخصی تجارتین
ہوسکتا اور جسکا صدمہ ہمارا مالک التجار اُٹھاتا تا۔ نہ ایسا سرمایہ تباہ اور برباد ہوگا
جیسا کہ مالک التجار کا ہوتا آیا ہے۔ تو اے میرے معزز بھائیو! آپکے دستور العمل
مین وہ مبارک نشانی موجود ہے جسکو کمپنی یا شترکہ حالت کہنا چاہیے۔ اللہ
آپکے کامونمین برکت عطا فرماے۔ آمین بحق رب العالمین۔ آپ دلی اتفاق
اسے جاری کرین اور جو کچھ کام آپنے تھوڑے سرمایہ سے شروع کیا ہی
اور جسکو ہماری ناتجربہ کاری اور یہہ کہ پہلے پہل کام کرنیسے جیسا کہ ہوتا ہے کچھ
خفیف نقصان پہنچا ہے اُسکو بند نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ہمت اور اتفاق سے پھر
تازہ کرنا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ انجام اسکا نیک ہوگا اور یہہ کہ رفتہ رفتہ
ترقی بھی ہوگی۔ مین نہایت خوشی سے اس امر کا اظہار بھی کرتا ہون کہ مین
دس حصونکا خریدار ہون۔ گو میرا خیال ہے کہ ہماری ہمارے ملک کی پوری ترقی
محض تجارت سے جیسا کہ چاہیے اُسوقت تک نہین ہوسکتی جبتک کہ ہم صنعت سے
متوجہ نہون۔ دیکھیے ممالک یورپ کی دن بدن ترقی کا ذریعہ یہی صنعت
و تجارت ہے وہ اسکی وجہ سے ہمکو لوٹ رہے ہین اور ہم روز بروز
محتاج اور مفلس ہوتے جاتے ہین۔ ادنی ادنی سی چیزونمین ہندوستان سے
کرورہا روپیہ چلا جاتا ہے۔ ایک دیا سلائی کو دیکھیے کہ جسکی فروخت مین
قریب قریب ۱۴ لاکھ روپیہ سالانہ ہندوستان سے باہر جاتا ہے۔ یا ایک
ادنی سی چیز سوئی دھاگا لیجیے جسکی عموماً ہر شخص کے یہان ضرورت ہوتی ہی

ہندوستان کی آبادی ۲۰۱۸۸۸۸۹۶۷ حسب مردم شماری سنہ ۱۸۸۱ء ہے انمین
ایک ثلث لنگالڑے ایسے جنکو ضرورت نہین ہوتی ہے - باقی دو ثلث رہے اب
ان دو ثلث مین فرض کیجیے کہ ہر شخص صرف دو آنہ سال مین سوتی اور دھاگے
مین صرف کرتا ہے تو ایک کرور اڑسٹھ لاکھ روپیہ سے زائد ہوا - اور ایسے ہی
بڑی بڑی اشیاء کا حساب آپ خود لگا سکتے ہین کہ انکی بکری ہندوستان مین کسقدر
ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے کسقدر روپیہ ہندوستان سے ولایت کو جاتا ہے -
تاوقتیکہ ہم لوگ صناعی کو رواج و یکر تجارت نہ کرین ہرگز اس مصیبت سے
نجات نہین حاصل کر سکتے - دیکھیے ولایت کی صناعی سے ہمارے ملک کی
صناعی بالکل بیکار ہو گئی اور ہوتی جاتی ہے - ہمارے صناع محتاج اور مفلس
ہوتے جاتے ہین - کونسی ایسی چیز ہے جو ہمارے یہان نہین بنتی تھی اور
اُسکا فائدہ ہمکو نہین ملتا تھا - ابھی آپ نے اُس نمائشگاہ کو ملاحظہ فرمایا ہے
جسمین اورنگ آباد کے ہمرو کیسے عمدہ اور نفیس آپکی نظر سے گزرے ہین
اور نقرئی ظروف بھی وہین کے بنے ہوے آپنے دیکھے کہ کیسے نازک اور خوشنما
تھے - باوجود ایسی صفائی اور پاکیزگی اور خوبصورتی کے کسقدر کم ان اشیاء کی
فروخت ہوتی ہے جسکی خاص وجہ یہہ ہے چونکہ یہہ اشیا ہاتھ سے بنائے جاتے
ہین جسمین وقت زیادہ صرف ہوتا ہے - اور محنت بھی زیادہ پڑتی ہے اسوجہ سے
کسیقدر گران قیمت معلوم ہوتے ہین - ایک ہمرو کے تھان کے بنانے مین کم از کم
ایک آدمی کو ایک ماہ صرف ہوتا ہے اور وہ للعہ - لعہ یا لعہ روپیہ کو
فروخت ہوتا ہے - اب آپ اُس بیچارے بنانیوالے کے اصل خرچ کو ملاحظہ

٭ یہہ نمائشگاہ بمقام ملک پیٹھ زیر اہتمام مولوی محمد حسین صاحب ڈائرکٹر صنعت و زراعت
دسمبر سنہ ۱۸۹۲ء مین اسی حیدرآباد مین ہوئی تھی -

فرماتے ہیں کہ سو روپیہ کا تو ریشم صرف ہوجاتا ہے دو چار روپیے رنگ وغیرہ میں
صرف ہوتے ہیں غرضکہ ۱۱۵ یا ۱۱۶ روپیہ تو غریب کے صرف ہی ہوجاتے ہیں
اب باقی ۱۵ یا ۱۶ رہے - اسیطرح یہ ہے کہ اگر وہ دس پانچ تھان بنا کر حیدرآباد
فروخت کرنے آتا ہے تو پہلے دو چار روپیہ تو مسافت میں صرف ہوتے ہیں -
حیدرآباد میں داخل ہوتے ہی محکمہ کروڑگیری میں ٹانگ کھینچتی ہے بغیر محصول
ادا کئے ہو سکتا ہی نہیں قیام بلدہ میں جبتک مال فروخت نہو دو چار روپیہ
اور پھر ٹوٹتا ہے - غرضکہ نفع برائے نام ہی رہ جاتا ہے مصیبت اور تکلیف
کھانے میں حصہ پڑتی ہے - اسی وجہ سے دل شکستہ ہوکر بیچارہ اپنے پیشہ کو سلام
کرتا ہے - اگر وضعدار ہے تو لشتم پشتم چلائے جاتا ہے مگر اپنی حالت درست نہیں
کرسکتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اورنگ آباد میں بمقابلہ زمانہ گزشتہ کے اب کارخانے
برائے نام رہ گئے ہیں -

پیٹھنی کا سامان کسقدر تعریف کے قابل ہے اور ہماری خوش قسمتی سے اسکو ملک
بنگلور کی اعلی نمائش گاہ میں جانیکا شرف ملا ہے ہمنکنڈے کے ریشمی چار خانے
ورنگل کے قالین ہمارے صناعوں کی یادگار ہیں جو آپکے ملاحظہ سے گزرے ہیں لیکن
ان مقامات کی حالت بلحاظ تجارت روز بروز نازک ہوتی جاتی ہے - ہمارا فرض ہے
کہ ہم انکو ترقی دیں اور انکی ترقی اسی میں ہے کہ ہمارا ملک اسکی قدر کرے اور
بمقابلہ ولایت کے ریشمی کپڑوں کے جنپر شوب کبھی نہیں پڑ سکتا ہے اور وہ ایک
دفعہ کے استعمال سے بیکار ہوجاتے ہیں اسکو ترجیح دیں اور اسکا استعمال کرتے
رہیں تاکہ ہمارے ملک کے صناعوں کے حوصلے بڑھیں اور ہمارا روپیہ ہمارے ہی
ملک میں رہے -

میں نے آپکا وقت عزیز بہت ضائع کیا ہے اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ

جامع المتفرقین ہمکو اتفاق مین کامل کرے۔ اور ہمارے کاموںمین برکت عطا فرمائے اور ہمکو ہمارے عہد مواخاۃ پر اور ہماری انجمن کے سر پر سایہ حضرت بندگانعالی خلد اللہ ملکہ صحت وسلامتی کے ساتھ قائم اور دائم رکھے آمین۔

سید لطف علی

خلاصہ تقریر جو جناب بھائی مولوی سید محمد غلام جبار صاحب وکیل ہائیکورٹ و میر مجلس مواخاۃ المسلمین نے مجلس کیطرف سے جناب بھائی سید لطف علیصاحب کی تقریر کے جواب مین فرمائی

ہَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

میرے بھائیو!

آپ مجھسے خفا نہو جیئیگا کہ مین نے صرف بھائی کے لفظ سے خطاب کیا۔ معزز واجب التعظیم۔ پیارے۔ وغیرہ وغیرہ کے لفظون مین سے کوئی لفظ اسکے ساتھ نہین لگائی۔ مین آپکا بہت کچھ ادب کرتا ہون۔ اور بیشک آپ بے انتہا اعزاز اور تعظیم کے مستحق ہین۔ لیکن جو عظمت۔ وقعت۔ اور محبت اس بھائی کے لفظ کی میرے دلمین ہے اور اسنے جسقدر جگہ لے لی ہے۔ اسکے بعد پھر ایک حرف کی بھی میرے دلمین گنجایش نہین رہی۔ تمام لمبے لمبے فقرون اور موٹے موٹے لفظون پر جو کمال عظمت اور غایت محبت کے اظہار مین مخارج حلقی سے قواعد قرأت کی پابندی کیساتھ تکلف بولے جاتے ہین ان سب پر مین اس ایک مختصر پنج حرفی بھائی کے لفظ کو حاوی پاتا ہون جسکو

ہم سچے دل سے بھائی کہین اور جس سے ہم عقد مواخات کرین اُس سے زیادہ اور کس کی عظمت اور محبت ہمارے قلب مین ہو سکتی ہے ؟ مین سمجھتا ہون کہ یہہ میری مختصر معذرت کافی ہوگی۔ اور آپ بوفور عنایت اور کمال شفقت سے مجھے اجازت دینگے کہ مین آپکو صرف بھائی کے لفظ سے پکارون اور صرف یہی بھائی کا لفظ میری نسبت بھی مجھے ہمیشہ مایہ فخر ومباہات ہوگا۔

اب مین اصل مطلب پر آتا ہون۔ انجمن مواخاۃ المسلمین مین یہہ دوسرا مرتبہ ہے کہ مین ایک بیش بہا اور قابل قدر اسپیچ پر انجمن کیطرف سے ریویو کرتا ہون۔ پہلا وقت وہ تھا کہ جب جناب بھائی مولوی محمد زمان خانصاحب نے اتفاق پر ایک نہایت ہی عمدہ۔ پر اثر۔ اور دلچسپ تقریر فرمائی تھی اور آج یہہ دوسرا موقع ہے کہ مین جناب بھائی مولوی میر لطف علیصاحب کی اسپیچ کی نسبت کچھہ مختصر طور پر کہنا چاہتا ہون۔

مختصر۔ اول تو اسوجہ سے کہ وہ کون سی بات ہی جو بھائی صاحب نے چھوڑ رکھی ہے کہ مین کہون۔ دوسرے بعد ایسی لطیف فصیح۔ فاضلانا اور مدلل تقریر کے میرے کہنے کی کیا وقعت ہوگی۔ اگر بہ حیثیت میر مجلس یہہ میرا فرض نہوتا تو مشکل مین اپنی جگہ سے ہلنے اور منہہ کھولنے کی جرات کرتا۔

جناب بھائی مولوی محمد زمان خانصاحب کا لکچر اتفاق پر تھا اُسکے بعد ہی آج ہمین تجارت پر یہہ فصیح و بلیغ تقریر سُننے کا موقع ملا جسمین کینی یعنی تجارت جماعت متفقہ کو زیادہ مفید ثابت فرمایا گیا ہے۔ اس اسپیچ کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جاے۔ فصاحت۔ یا دش بخیر لکھنؤ جسکی اردو زبان اور فصاحت کا سکہ بیٹھا ہوا تمام ہندوستان جسکا مقلد اور تابع ہے۔ وہ بھائیصاحب کا مولد اور موطن ہے اور پھر لکھنؤ مین بھائیصاحب کا خاندان جو ایک نہایت ہی ممتاز گھرانا ہے بس

فصاحت تو آپکا حصہ ہی یا آپکے گھر کی لونڈی ہی جو جا ہے کہیے اُسکا ذکر ہی کیا۔

یہہ اسپیچ بھائی صاحب کی صرف اعلی قابلیت علمی ہی کی خبر نہیں دیتی ہی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اور جغرافیہ مین ابکی واقفیت کا کیا درجہ ہی۔ اس سے آپکی قلم کا زور اور دماغ کی قوت کا بھی پتہ لگتا ہی۔ باوجودیکہ بھائی صاحب نہ خود تاجر ہین اور نہ آپ کو تجارت سے کبھی کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ ہے مگر دنیا کے ہر حصہ کی تجارتی حالت سے آپ ایسے آگاہ معلوم ہوتے ہین جیسا کہ کوئی اچھا خاصا تاجر ہوگا۔ یا وہ شخص جو کسی ایسے کمیشن کا ممبر رہا ہو جسنے تجارت کی کیفیت اور حالت کی تحقیقات کی ہو۔ اور جب باوجود بے تعلقی کے تجارت مین بھائی صاحب کی اطلاع کا یہہ حال ہے تو مین نہایت جرات سے کہونگا کہ اور مفید اور کارآمد فنون اور علمون مین اگر زیادہ نہین تو اس سے کم درجہ آپکا نہوگا۔ بھائی صاحب پر جو کچھ انجمن فخر کرے بجا ہی۔

بھائیو! اب دنیا اور خصوصاً مسلمان کمیونٹی کو ایسے ہی لوگونکی ضرورت ہی یہی لوگ ملک اور قوم کو فائدہ پہنچا سکتے ہین۔ ہر مسلمان کو ایسا ہی واقف اور بیدار اور وسیع النظر ہونا چاہیے۔ یہہ غفلت اور سونیکا وقت نہین ہی۔ غفلت ہی کی بدولت تو مسلمانون کے نصیب جاگتے جاگتے سو گیے۔ نہ ہمکو اپنی خبر نہ دوسرونکی اطلاع۔ دنیا مین اب صنعت و حرفت ہی سے ترقی ممکن ہی۔ آپ نے سنا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی تاجرون ہی کا گروہ تھا۔ تجارت ہی کے نفع مین ہندوستان اُسکے ہاتھ آیا۔ یہہ صنعت و حرفت ہی کا پھل ہے کہ آج امریکا اور یورپ کا دولت و ثروت مین کوئی مدمقابل نہین وہان بڑھئی اور لوہار ایسے ایسے بڑے ہوے ہین کہ ایسی ویسی سلطنتونکا خزانہ بھی اُنکی نظر مین نہین سماتا۔ یہہ کیمیا کا نسخہ صنعت ہی ہے کہ اُسکی بدولت لوہا سونے کے ہموزن بکتا ہے۔

فاضل اسپیکر بھائی صاحب نے نہایت عمدگی سے تجارت کو ہر پہلو سے دکھایا ہی

دیسی تجارت کو بیرونی تجارت سے کیا نقصان پہنچا۔ اور اسکا ملک اور قوم پر کیا اثر
ہوا۔ آج ڈھاکے اور بنارس کا کیا حال ہے جس ملک کی یہ حالت ہو کہ ریل اور
ڈاک نے جھگڑے اور گاڑیان توڑ دین بیچارے کسان کس محنت اور جفاکشی
افیون بوتے ہین جب وہ تیار ہوتی ہے تو انکو مجبوراً تین چار روپیہ سیر بیچنا پڑتی ہے
اور پھر وہی بیس پچیس روپیہ سیر ہین بکی جاتی ہے۔ بینک نے ساہوکارون کے دیوالے
نکالدیے۔ چار آنے کیواسطے بھی سیونگ بینک موجود ہے۔ منی آرڈر نے مہاجنونکی
ہنڈویان بند کردین۔ یورپ کی صناعی نے ہمارے بڑھئی۔ لوہار۔ سونار
جولاہونکو بیکار کردیا۔ مہربانی فرماکے آپ اپنے گھر کو دیکھین۔ اپنے آپ پر نظر
فرماوین اور پھر ارشاد کرین۔ انمین بجز مٹی کی ہنڈیون اور ٹوٹی پھوٹی رکابیون کے
وہ کون شی ہے جو ہندوستان کی بنائی ہوئی ہے۔ غریب سے امیر تک کے گھر
تمام یورپ کے فرنیچر اور اسباب سے بھرے ہوے ہین۔ آپکا لباس از سرتا پا
یورپ کے سینے ہوے کپڑونکا ہے۔ ان ہی کے بدلے آپکا کرورون روپیہ یورپ
چلا گیا اور آپ محتاج ہوگئے۔

دنیا مین مسلمانونکا افلاس ضرب المثل ہے تاہم انمین بھی جو قومین تجارت پیشہ ہین انکو دیکھیے۔ بوہرون اور
میمنون وغیرہ کا کیا حال ہے کس لطف اور آسایش سے بسر کرتے ہین مگر افسوس کہ انکی
تعداد اسقدر قلیل ہے کہ انکا عمل قوم کے زخمونکا مرہم نہین ہو سکتا۔

جناب بھائی مولوی سید لطف علیصاحب! مین اس کامیابی کیواسطے جو آج آپنے اس
اسپیچ کے ذریعہ سے حاصل کی آپ کو مبارکباد دیتا ہون۔ آپکی تقریر کا جادو چل گیا۔ آپنے
دیکھا کہ انجمن نے کسقدر محویت سے آپکی تقریر سنی۔ آپنے قوم کو جگایا۔ ہمارے دلونپر اسکا بہت بڑا اثر ہوا
ہم آپ اور آپکی عالمانہ و محققانہ تقریر کی بہت کچھ قدر کرتے ہین۔ آپکی یہ عمدہ تقریر ہمکو بہت دنون تک
یاد رہیگی۔ قوم کے بہی خواہون ملک کے غمخوارون اور اسکے نفع رسانونکی لسٹ مین آپکا